اس جدوجہد میں عدل و انصاف کے بنیادی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف مسائل کے بارے میں پالیسی طے کرتے ہیں۔

اسلامی تحریکیں مختلف ممالک کے مخصوص جغرافیائی اور سیاسی حالات کی وجہ سے پوری دنیا میں کوئی ایک لائحہ عمل طے کر کے ایک تنظیم کی صورت میں کام نہیں کر سکتیں۔ اس لیے وہ ہر ملک کے حالات کے پیش نظر الگ الگ حکمت عملیاں اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ جہاں مطلق العنان بادشاہتیں قائم ہیں یا آمرانہ نظام حکومت ہے اور جماعت سازی اور اظہار رائے پر پابندی ہے' وہاں' اور جس جگہ کھلی آزادی ہے' جماعت بنانے کی اور پریس کی آزادی ہے اور قانون کی حکمرانی ہے' دونوں مقامات میں الگ الگ حکمت عملی اختیار کی جاتی ہے۔ اسی طرح ہندستان ایک غیر مسلم اکثریت کا ملک ہے اور پاکستان ایک مسلم اکثریت کا ملک ہے جس کا دستور بھی اسلامی ہے اور قرارداد مقاصد کے تحت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور قرآن و سنت کی راہنمائی کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ان دونوں ممالک کی اسلامی تحریکیں ایک پالیسی کے تحت کام نہیں چلا سکتیں۔ دونوں ممالک میں باہمی تنازعات ہیں اور کشمیر جیسا مسئلہ موجود ہے' اس کے بارے میں بھی دونوں ممالک کی اسلامی تحریکوں کی اپنی مصلحتیں ہیں' لیکن دونوں ممالک کی تحریکیں اسلامی اصولوں کے باعث اس بات کی پابند ہیں کہ ان کا موقف حق پر مبنی ہو۔

اگر عالمی تناظر کو پیش نظر رکھا جائے تو ایک طرف امریکہ کے مقاصد ہیں' جو اپنی واحد سپرپاور کی حیثیت منوانا چاہتا ہے' اور اس کی کوشش ہے کہ دنیا بھر کے تمام تنازعات اس کی مرضی کے مطابق حل ہوں۔ وہ دنیا کے لیے جو نقشہ مرتب کرے' سارا عالم اس کے مطابق چلے۔ امریکہ کی خواہش ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی اور برابر کی طاقت نہ ابھر سکے اور دوسری تمام ان طاقتوں کو' جن میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ قریب یا دور کے مستقبل میں اس کے لیے چیلنج بن سکتی ہیں' زیادہ طاقت ور بننے سے روکا جائے۔ مستقبل قریب میں اسے یہ خدشہ عوامی جمہوریہ چین سے ہے' اس لیے چین کا گھیراؤ کرنا' اس کے گرد حصار باندھنا اور اسے اندر سے توڑنا امریکہ کی ایسی بنیادی خواہش ہے جو مشرق بعید' جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیا میں اس کی پالیسیوں کو متاثر کرتی ہے۔ سابق سوویت یونین کو توڑنے اور روس کو اقتصادی طور پر زیر کرنے کے بعد اس کی کوشش ہے کہ روس دوبارہ طاقت حاصل نہ کر سکے اور داخلی پریشانیوں میں الجھا رہے۔

امریکہ کے لیے بہت بڑا نظریاتی چیلنج جو دور کے مستقبل میں اس کے سامنے ہے اور مشرق وسطی اور عالم اسلام میں اس کی پالیسیوں کا محور ہے' وہ عالم گیر اسلامی تحریک کا وجود ہے۔ امریکہ میں پالیسی پر اثرانداز ہونے والے دانشوروں کی غالب اکثریت اسلامی تحریک کو انسانیت کی فلاح کے لیے ایک مثبت کوشش اور طاقت ماننے سے منکر ہے۔ اس کے برعکس وہ اسے عالمی امن کو تباہ کرنے کا سب سے بڑا عامل

سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان دانشوروں کی رہنمائی کی وجہ سے اسلام کو تشدد' انتہا پسندی اور عسکریت کا مترادف قرار دینا مغربی میڈیا کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ مغرب کی یہ کوشش ہے کہ عالم اسلام متحد نہ ہونے پائے اور اسلامی تحریکوں کو اپنے اپنے ممالک میں بدنام کیا جائے اور مسلمانوں کے حکمرانوں کو آلہ کار بنا کر خود مسلمانوں کے وسائل کو اپنے اپنے ملک میں اسلامی تحریکوں کے خلاف استعمال کیا جائے۔ عوام اور حکومتوں میں خلیج پیدا کی جائے۔ خاص طور پر مسلمان ممالک کی افواج اور عوام کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیا جائے۔

امریکہ کا منصوبہ ہے کہ کمزور اور چھوٹے ممالک کو علاقائی منی سپرپاورز کی سرپرستی میں دے دیا جائے۔ اس کے لیے مسلمانوں کے علاقے میں ایک طرف اسرائیل اور دوسری طرف بھارت کو منی سپرپاور بنایا جائے اور دونوں کے تعاون سے انڈونیشیا سے لے کر ترکی تک تمام مسلمانوں کو کنٹرول کیا جائے۔ مسلمانوں میں کسی کو بھی امریکہ فوجی لحاظ سے اپنے دفاع کے قابل نہیں دیکھنا چاہتا اور سیاسی اور معاشی طور پر بھی وہ انھیں اپنا دست نگر رکھنا چاہتا ہے۔ امریکہ اپنے اس منصوبے کے تحت جنوبی ایشیا میں بھارت کو منی سپرپاور بنانے میں دل چسپی رکھتا ہے۔ چین کے خلاف بھی اسی طرح سے یہ حصار مکمل ہو سکتا ہے کہ بھارت کے ذریعے پاکستان اور بنگلہ دیش کو عالم اسلام سے کاٹ کر بھارت ہی کی سرپرستی میں دے دیا جائے تاکہ پورے بلاک کو چین کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔ اسی طرح عرب ممالک کے انتشار سے فائدہ اٹھا کر اسرائیل کو اس علاقے میں منی سپرپاور بنایا جائے۔ بھارت اور اسرائیل دونوں کو امریکی سرپرستی حاصل ہے۔

دوسری طرف روس سے آزاد ہونے والے مسلمان علاقے یعنی وسطی ایشیا کی مسلمان جمہوریتوں اور قفقاز کے علاقے میں انتشار برپا کر کے ان کو غیر مستحکم رکھا جائے تاکہ ترکی سے لے کر پاکستان تک کے مسلمان ممالک جن میں ترکی' ایران' افغانستان اور وسط ایشیا کی چھ مسلمان جمہوریتوں کے علاوہ قفقاز اور تاتارستان کے مسلم علاقے شامل ہیں' مستقبل بعید میں بھی ایک اقتصادی' تہذیبی اور سیاسی وحدت بننے کی طرف قدم نہ بڑھا سکیں۔ اسلام دشمن طاقتیں اس بات کو بھی یقینی بنانا چاہتی ہیں کہ مراکش اور یمن تک پھیلا ہوا عالم عرب' اور مشرقی یورپ سے لے کر مشرقی ترکستان تک پھیلی ہوئی ترک اقوام آپس میں اکٹھی نہ ہو سکیں۔ ان کی زبان' علاقہ اور نسل ایک ہے لیکن ان کو آپس میں منتشر رکھا گیا ہے۔ اسی طرح انڈونیشیا' ملائیشیا' بنگلہ دیش اور پاکستان بڑی بڑی مسلم آبادیاں ہیں' انھیں بھی داخلی طور پر عدم استحکام کا شکار رکھا گیا ہے۔

اس وقت مسلم دنیا کے علما' دانشوروں' پالیسی ساز اداروں اور اسلامی تحریک کے لیے مستقبل کا لائحہ عمل طے کرنے والوں کے سامنے اہم ترین سوال یہ ہے کہ انتشار کی جو کیفیت اس وقت عالم اسلام میں نظر آ رہی ہے' کیا اسے ہمیشہ کے لیے ایک امرواقعہ کے طور پر تسلیم کر لیا جائے یا پالیسی طے کرتے وقت اس

امکان کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ عرب ممالک' ترک ممالک' افریقہ کے مسلمان ممالک جن میں نائیجریا اور سوڈان جیسے بڑے ممالک شامل ہیں۔ انڈونیشیا' ملائیشیا' بنگلہ دیش' افغانستان اور پاکستان' مستقبل کے کسی دور میں مخلصانہ طور پر بیرونی اثرات سے آزاد ہو کر معاشی' تہذیبی اور سیاسی تعاون کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس سوال کے درست جواب کی روشنی میں ہم اپنا درست لائحہ عمل بنا سکتے ہیں۔

عالم اسلام کی بیسویں صدی کے اوائل کی اور موجودہ صورت حال کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جیسے غلبہ اسلام کا کوئی منصوبہ مرحلہ بہ مرحلہ زیر تکمیل ہے۔ احیاے اسلام کی تحریکوں نے اپنا ایک مقام بنا لیا ہے۔ اس لیے مغرب کا ہدف ہیں۔ یہ کئی ممالک میں عوام کی امیدوں کا مرکز بن گئی ہیں۔ کئی ممالک میں اسلامی نظام کے تجربات ہو رہے ہیں۔ کش مکش کا یہ دور مستقبل کے لیے ایک اچھی علامت ہے۔

اس بات کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ عالم اسلام ایک حقیقت ہے اور اسلام' ایک بڑی قوت اور مستقبل کے نظام کے طور پر' نہ صرف عالم اسلام کی بلکہ پورے عالم انسانیت کی ضرورت ہے۔ اس وقت ذرائع ابلاغ کی تیز رفتاری کی وجہ سے تمام دنیا کے انسان ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ دنیا ایک عالمی گاؤں بن گئی ہے اور اس میں رہنے والے ایک خاندان بن گئے ہیں۔ ان کے باہمی رابطے بڑھ گئے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا ایک اکائی ہو گئی ہے اور ٹکنالوجی کی مسلسل ترقی کے نتیجے میں یہ ملاپ اور زیادہ قوی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جغرافیائی سرحدیں نظریات' خیالات' افکار اور عقائد کو پابند نہیں کر سکتیں۔ اگر بے حیائی اور فحش پھیل رہا ہے تو دوسری طرف انسانیت کے لیے مفید علم اور آداب بھی پھیل رہے ہیں۔ مضطرب انسانیت کو جس حق کی تلاش ہے' اس حق کو ہمیشہ کے لیے اوجھل نہیں رکھا جا سکتا۔ جھوٹے پروپیگنڈے کا گرد و غبار جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا اور باطل کے ہتھکنڈے بھی جو شیطان کا پھیلایا ہوا عنکبوت کا گھروندا ہے' یہ بہت ہی کمزور گھروندا ہے' اسے بھی بالآخر ختم ہو جانا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تحریک اسلامی کے رہنما ہر جگہ اپنی حکمت عملی طے کرتے وقت صبر اور حکمت سے کام لیں اور یقین و ایمان سے سرشار ہو کر پیش قدمی کرتے رہیں۔

بعض لوگ اس بات کو ایک امر واقعہ کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ یہ ایک "یک قطبی" دنیا ہے۔ بالآخر امریکہ غالب ہو کر رہے گا۔ امریکہ نے پوری دنیا کے لیے جو حکمت عملی ترتیب دی ہے' اسے ہی کامیاب ہونا ہے۔ خوف زدہ کرنے کے لیے وہ یہ تاثر پھیلاتے ہیں کہ امریکہ اپنے سیٹلائٹ کیمروں کے ذریعے سے انسان کے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی بھی دیکھ رہا ہے اور پوری دنیا میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی مادی حرکت بھی اس کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح امریکہ کو قادر مطلق اور عالم الغیب والشہادۃ بنا کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ ساری دنیا کے لوگ اس غلامانہ کیفیت میں مبتلا ہو جائیں اور امریکہ کے

سامنے سر تسلیم خم کر کے اپنی آزادی سے دست بردار ہو جائیں اور اپنے آپ کو اس کے مفادات کا تابع بنا لیں اور اس کی عالمی مصلحتوں کو پورا کرنے میں اپنی عافیت سمجھیں۔ امریکہ کے مفادات کے لیے کام کرنے والے کارندے پوری دنیا میں تمام کمزور اقوام اور عوام کو یہی سمجھا رہے ہیں کہ سیاست یہ ہے کہ امریکہ کی مصلحت کو سامنے رکھ کر اس کی خوشنودی کے ساتھ اپنے لیے علاقے میں کوئی مقام بنایا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ خود اخلاقی اور تہذیبی انتشار کا شکار ہے۔ معاشی اعتبار سے بھی ابھی دس سالہ کساد بازاری سے نکلا ہے مگر معیشت غیر مستحکم اور مالی اعتبار سے ایک غبارے کی مانند ہے جس سے کبھی بھی ہوا نکل سکتی ہے۔ عسکری اعتبار سے بظاہر مضبوط ہے لیکن جو فوج مرنے سے ڈرتی ہو وہ کوئی عالمی کردار ادا نہیں کر سکتی' خصوصیت سے اپنی سرحدوں سے دور۔ کہنے کو تو وہ ایک سپرپاور ہے لیکن اس کے دائمی غلبے کا تصور ایک واہمہ ہے۔

اگر پاکستان میں ہم امریکہ کی بالادستی تسلیم کر لیں اور اس لابی کی نصیحت تسلیم کرنے میں اپنی عافیت سمجھیں تو ہمارے لیے سیدھا سادا راستہ یہ ہے کہ ہم اپنے ایٹمی پروگرام سے دست بردار ہو جائیں' میزائل ٹکنالوجی کے کام کو آگے بڑھانا چھوڑ دیں' فوجوں کی تعداد اس حد تک کم کریں کہ ہماری داخلی سیکورٹی کے لیے کافی ہو اور بھارت کے لیے کوئی چیلنج نہ رہے' علاقے میں بھارتی بالادستی تسلیم کر لیں اور کشمیر کا کوئی ایسا حل مان لیں جو بھارت اور امریکہ کے لیے قابل قبول ہو' جس میں کنٹرول لائن کو مستقل سرحد بنانے کی تجویز بھی شامل ہے۔

ہمارے ملک میں ایک ایسی بھارت نواز لابی موجود ہے جو بھارت سے دوستی کے پردے میں بھارتی بالادستی کے لیے استدلال پیش کرتی رہتی ہے۔ بعض اوقات محسوس ہوتا ہے کہ انھیں مسلم امت اور پاکستان سے زیادہ بھارت کے مفادات عزیز ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ بھارت اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ اس وقت وہاں ۱۷ مرکز گریز تحریکیں چل رہی ہیں جو آزادی یا نیم آزادی کی داعی ہیں۔ پاکستان ساری خرابیوں اور کمزوریوں کے باوجود معاشی اعتبار سے بھارت سے بہتر ہے۔ ورلڈ ڈویلپمنٹ رپورٹ ۹۹-۱۹۹۸ کے مطابق پاکستان میں سالانہ فی کس آمدنی ۴۹۰ ڈالر تھی' جب کہ بھارت میں یہ ۳۹۰ ڈالر سالانہ تھی۔ غربت کی صورت حال بھی بھارت میں زیادہ ہی خراب ہے۔ پاکستان میں آبادی کا ۳۴ فی صد خط افلاس کے نیچے ہے' جب کہ بھارت میں ۴۱ فی صد۔ پاکستان میں ایک ڈالر روزانہ آمدنی والے افراد آبادی کا ۱۱.۶۱ فی صد تھے' جب کہ بھارت میں ۵۲.۵ فی صد۔ اسی طرح دو ڈالر یومیہ آمدنی سے کم والی آبادی کا تناسب پاکستان میں ۵۷ فی صد تھا اور بھارت میں ۸۸.۸ فی صد۔ بھارت جو کچھ اپنے دفاع پر خرچ کر رہا ہے اس کے نتیجے میں اس کا حشر روس سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ دیکھنے والوں کو یہ سب کچھ نظر آ رہا ہے۔

اگر اس لابی کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان عالم اسلام کی قیادت نہ

کرے اور قوموں کی صف میں اپنے لیے ممتاز اور نمایاں مستقبل تلاش کرنے کی کوشش سے باز آجائے' افغانستان اور وسطی ایشیا کی طرف نہ دیکھے اور اس پورے علاقے کو امریکہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دے' یا زیادہ سے زیادہ امریکی آلہ کار کے طور پر بھارت کی سرپرستی میں رہ کر وسط ایشیا اور افغانستان میں وہ رول ادا کرے جو یہ دونوں طاقتیں مل کر اسے تفویض کریں۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ پاکستان یا تحریک اسلامی کے لیے اس حکمت عملی کو اپنالیں۔ ہم اسلام کو اللہ کی طرف سے آخری پیغام سمجھتے ہیں۔ اسے انسانیت کی فلاح کا ضامن سمجھتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں کہ انسان کو اسلام کے دامن میں ہی سکھ اور چین مل سکتا ہے۔ پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کے لیے بھارت اور امریکہ سے سیاسی' تہذیبی اور معاشی آزادی ضروری ہے جس کے لیے اقتصادی خود کفالت اور دفاعی قوت کا حصول ایک ناگزیر امر ہے۔ اگر ہم کشمیر سے دست بردار ہو کر کشمیری مجاہدین کا ساتھ چھوڑ دیں اور کشمیر کو بھارت کے حوالے کر دیں تو یہ ہمارے زوال اور پستی کا آغاز ہو گا۔ بھارت اس پر اکتفا نہیں کرے گا کیونکہ غاصب فتح کے بعد قناعت نہیں کرتا بلکہ پاکستان کو مکمل طور پر باج گزار طفیلی ریاست بنانے کے لیے آگے بڑھے گا۔ پاکستان میں سائنس اور ٹکنالوجی کے فروغ کی کوشش ہو رہی ہے جس کی وجہ سے ہمہ جہت سائنسی ترقی کی طرف قوم متوجہ ہے' اس کی ایک وجہ عالمی سطح پر بھارت کے مقابلے کا داعیہ ہے۔ بھارتی بالادستی تسلیم کرنے کے بعد یہ داعیہ ختم ہو جائے گا۔ اپنے دفاع کو بھارت کے حوالے کر کے آگے بڑھنے کا جذبہ ماند پڑ جائے گا۔ پھر اقتصادی لحاظ سے پاکستان کا استحصال کیا جائے گا۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ امریکہ نہیں چاہتا کہ پاکستان اور بھارت میں مفاہمت ہو اور دونوں مل کر امریکہ پر دباؤ ڈالیں' مگر یہ لوگ چین کے گرد امریکی حصار کی بات کرتے ہیں جس کے لیے بھارت امریکہ اور روس کی مشترکہ حکمت عملی یہ ہے کہ پاکستان کا ایٹمی میزائل پروگرام راستے سے ہٹ جائے تاکہ جنوب سے چین کا محاصرہ کر لیا جائے۔ عالم اسلام کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا یہ پورا کام پاکستان اور بھارت کی مفاہمت سے نہیں' بلکہ پاکستان کو ایک طفیلی ریاست اور بھارت کو علاقائی منی سپرپاور بنا کر ہی ہو سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ امریکہ' پاکستان اور بھارت میں مفاہمت نہیں چاہتا۔ اگر بھارت کے ارباب دانش اپنے حکمرانوں کو یہ سمجھا سکیں کہ وہ پاکستان اور چین سے اپنے تعلقات درست کر کے بھارت کو امریکی اثرات سے بچائیں تو اس کے لیے واحد راستہ یہ ہے کہ وہ کشمیر میں اپنی ہٹ دھرمی' اور کشمیر کو بھارت کا اٹوٹ انگ کہنے کی عادت چھوڑ دیں اور کشمیریوں کی خواہش کے مطابق کشمیر کا فیصلہ کرنے دیں۔ اس طرح سے بھارت اور پاکستان کی مفاہمت کے ذریعے سے اس علاقے میں امریکہ کی مداخلت کا راستہ روکا جا سکتا ہے۔ بھارت یہ اس لیے نہیں چاہتا کہ وسطی ایشیا کی مسلمان ریاستیں افغانستان' ایران' ترکی

اور پاکستان مل کر ایک بڑی سیاسی اور اقتصادی طاقت ہیں۔ بھارت مستقبل کی اس طاقت سے خوف زدہ ہے۔ بھارت میں پندرہ کروڑ سے زائد مسلم آبادی ہے۔ بھارت کے نچلے طبقات کے عوام اور مسلمان مل کر برہمن حکمران اور کھتری طبقات کے مقابلے میں اکثریت میں ہیں۔ اس لیے اسلامی بنیاد پرستوں کا بھوت مغربی طاقتوں کی طرح بھارت کے سر پر بھی سوار ہے۔

ہمیں اپنی مختصر عمر میں بھی یہ سبق ملا ہے کہ بڑی طاقتیں ہمیشہ بڑی نہیں رہتیں۔ حالات کا اتار چڑھاؤ بڑوں کو چھوٹا اور چھوٹوں کو بڑا بنا دیتا ہے۔ ہماری زندگی کے اندر سورج غروب نہ ہونے والا برطانیہ ایک چھوٹی طاقت بنا، اور پھر سب سے بڑی فوجی طاقت روس، داخلی انتشار کا شکار اور اقتصادی طور پر بھی تباہ و برباد ہوا۔ وہ یورپی ممالک جو ہمیشہ سے آپس میں برسرپیکار رہے ہیں اور پھر ان کی سیاسی رقابتوں کے باعث دنیا پہلی اور دوسری جنگ عظیم کا شکار ہوئی، یہ ممالک آج کل ایک دوسرے کے قریب آرہے ہیں اور یورپی یونین کا قالب اختیار کر رہے ہیں۔

کوئی بعید نہیں کہ اسلام کے عالم گیر نظریے اور متحرک تعلیمات سے سرشار اسلامی تحریکوں کی راہنمائی میں عالم اسلام کا موجودہ انتشار مستقبل قریب میں کسی باہمی مفاہمت کی تحریک میں تبدیل ہو جائے اور اس وقت جو برائے نام او آئی سی موجود ہے وہ مستقبل میں چل کر اقتصادی، دفاعی اور سیاسی تعاون کے ایک بلاک میں ڈھل جائے کہ جس میں پاکستان، افغانستان، ایران، ترکی، وسطی ایشیا کی چھ ریاستوں پر مشتمل ایکو (ECO) طرز کا بلاک بن جائے جو مسلمانوں کی مشترکہ تہذیبی اور سیاسی یک جہتی کا اظہار ہو۔ بھارتی اور مغربی لابی کی پوری کوشش ہے کہ وہ ان سارے امکانات کو دیوانے کی بڑ قرار دے دیں اور اسلامی تحریکوں کو اس کی طرف بڑھنے اور اس کا خواب دیکھنے کے بجائے غلامی کا خوگر بنا دیں اور حقیقت پسندی کے نام سے بھارت، امریکہ اور یورپین اقوام کی بالادستی کا سبق پڑھائیں۔

جو لوگ کشمیر کے جہاد ہونے میں شک کر رہے ہیں، ان کے دلائل بہت بودے اور کمزور ہیں۔ کشمیر کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک آبادی کو بالکل ناجائز تشدد اور فراڈ کے ذریعے بھارت نے زبردستی اپنے فوجی تسلط میں رکھا ہوا ہے۔ مسلمان اس تسلط کے خلاف مزاحمت کر رہے ہیں۔ قرآنی نص کی رو سے تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان مظلوم اور مقہور مسلمانوں کی مدد کو پہنچیں۔ یہی کام جماعت اسلامی کر رہی ہے اور یہی کام اسلامی تحریکیں کر رہی ہیں۔ کشمیر کا جہاد ہر لحاظ سے اسلامی جہاد ہے اور جو بھی کسی طریقے سے ان کی مدد کر سکتا ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کی تعریف میں آتا ہے۔ کچھ لوگ اس میں قیمتی جانوں اور اسلام کے جذبہ سے سرشار نوجوانوں کی قربانی کو ضائع قرار دے رہے ہیں، حالانکہ جہاد کی کھیتی ایسی ہے کہ

جو کٹنے سے بڑھتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے واقعے میں ایک تمثیل کے ذریعے یہ بات بتائی گئی۔

کچھ لوگ جہاد میں ناکامی کے اندیشے کھڑے کر کے' بھارت کی شرائط تسلیم کرنے کو دانش مندی اور عملیت پسندی کا تقاضا قرار دیتے ہیں۔ کشمیر کی موجودہ صورت حال میں سب کو نظر آ رہا ہے کہ بھارت وہاں زیادہ دیر اپنا تسلط نہیں رکھ سکتا۔ گذشتہ ۱۰' ۱۲ سال میں بھارت کو وہاں کافی زک پہنچی ہے۔ اگر عالم اسلام کے حکمران مسلمانوں کی عزت و آزادی کے لیے اقدامات کریں' اگر پاکستان کی حکومت جہاد کا کھلا ساتھ دے' امریکی عزائم کی خاطر قدم پیچھے نہ ہٹائے' تو یہ جہاد مختصر ہو سکتا ہے۔ مجاہدین کی فتح تو نوشتہ دیوار بن کر نظر آتی ہے۔ جو لوگ بھارت کے آگے ہتھیار ڈالنے کی بات کرتے ہیں ان کی مانی جائے تو کہیں سے بھی ظلم کا راج کبھی ختم نہ ہو۔

موجودہ عالمی تناظر میں تحریک اسلامی کے لیے حکمت عملی طے کرتے وقت غیر ضروری رد و کد سے بچنا چاہیے۔ آج کی ضرورت یہ ہے' اور یہ انسانیت کا امت مسلمہ پر حق ہے کہ اسلام کو ایک عالم گیر نظریے اور انسانیت کے لیے مکمل فلاح کے نظام کے طور پر پیش کیا جائے۔ اسلام کے حوالے سے مخالفین عدم برداشت' تشدد اور دہشت گردی کا جو پروپیگنڈا کر رہے ہیں' اس کے توڑ کے ساتھ ساتھ اسلام کی حقانیت پر کامل یقین رکھا جائے اور نوجوان نسل کو اس یقین سے سرشار کیا جائے کہ دنیا کا مستقبل امریکہ کے ہاتھ میں نہیں' اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ حکمت' دانائی اور ایمان کامل کے ساتھ اگر اللہ کے بھروسے پر آگے بڑھیں گے تو عالم اسلام ہر لحاظ سے ایک بڑی قوت ہے جس کے پاس افرادی اور مادی وسائل ہیں' جس کے پاس دنیا کا متصل بڑا رقبہ ہے' جو جغرافیائی لحاظ سے دنیا کا وسطی علاقہ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے پاس ایک ایسا دین ہے جو فرد کو اپنی ذات سے اٹھا کر قربانی کے لیے آمادہ کرتا ہے اور رنگ و نسل کے تعصبات سے بالاتر کر دیتا ہے۔ ہمیں ہر طرح کے تعصب اور وہن (خوف) کے احساس سے آزاد ہو کر اور ایمان کامل سے مشرف ہو کر اپنی حکمت عملی طے کرنی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بے وقت ہر طاقت سے ٹکراؤ کی پالیسی اختیار کریں۔ ہمارے پیش نظر رضائے الٰہی کے بعد عوام کی مصلحت ہونی چاہیے اور پھر اس کے بعد اس فریم ورک میں رہتے ہوئے دنیا کی طاقتوں سے برابری کی بنیاد پر روابط اور تعلقات بھی رکھنا چاہییں' لیکن اگر امریکہ' یورپ اور بھارت کو راضی کرنے کے لیے اپنے رب کو ناراض کر دیں اور اپنے مفادات چھوڑ کر ان کے مفادات کے لیے کام شروع کر دیں' تو اس سے اللہ بھی ناراض ہو گا اور یہ طاقتیں بھی راضی نہیں ہو سکیں گی۔

فہم حدیث

کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت علیؓ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اپنے گھر والوں کو (ایک روایت میں بیویوں کے الفاظ بھی آئے ہیں) بیدار کیا کرتے تھے (مسند احمد)۔

حضرت علیؓ سے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت ہے: جب آخری عشرہ داخل ہو جاتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے تھے اور اپنی ازار اٹھا لیتے تھے۔ ایک روایت میں کمر باندھ لینے کے الفاظ آئے ہیں (مسند احمد)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: جب آخری عشرہ داخل ہوتا' تو آپؐ ساری رات بیدار رہتے اور گھر والوں کو بیدار کرتے اور کمر باندھ لیتے (مسند احمد)۔

حضرت عائشہؓ سے دوسری سند سے روایت ہے: پہلے ۲۰ دنوں میں آپؐ نیند اور نماز کو خلط ملط کرتے تھے' یعنی رات کو کچھ وقت سوتے اور کچھ وقت نماز پڑھتے تھے۔ لیکن جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپؐ بہت کوشش کرتے (ساری رات قیام کرتے تھے) اور کمر باندھ لیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے ایک تیسری سند سے روایت ہے کہ آپؐ آخری عشرے میں جس قدر محنت کرتے تھے اتنی محنت دوسرے اوقات میں نہ کرتے تھے (مسند احمد)۔

حضرت زینب بنت ام سلمہؓ سے روایت ہے: جب رمضان کے ۱۰ دن رہ جاتے تھے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کسی ایسے فرد کو جو قیام کی طاقت رکھتا' اٹھائے بغیر نہیں چھوڑتے تھے (مسند احمد)۔

رمضان کا مہینہ بہت زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ یہ قرآن پاک کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت مہینہ کے بڑھنے کے ساتھ بڑھتی رہتی ہے۔ اس کے اول کو رحمت' درمیان کو مغفرت' اور آخر کو عتق من النار "آگ سے آزادی" کہا گیا ہے۔ اس کے آغاز میں نیک لوگوں پر رحمت شروع ہوتی ہے۔ دوسرے عشرے میں رحمت گنہ گاروں کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے' اور آخر میں اس کی وسعت ان لوگوں کو بھی اپنے اندر لے لیتی ہے جن کے لیے دوزخ کی آگ کا فیصلہ ہوا ہے۔ آخری عشرہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی انتہا اور وسعتوں کا عشرہ ہے۔ اس عشرے میں لیلتہ القدر کا زیادہ امکان ہے۔ اور اسی واسطے نبیؐ اس عشرے میں اپنے گھر والوں'